© rasailojaraid.com

حوالہ جات، کتابیات اور اشاریہ کے لیے وقف ہیں۔ اسی طرح مقالہ کی تلخیص یعنی حاصل کلام اور خلاصہ بحث کیلئے ۴۴ صفحات وقف ہیں گویا شیخ کے فکر وفلسفہ اور تعلیمات پر مشتمل اصل کتاب ۱۹۵ صفحات بنتی ہے جس میں شیخ کو منقول عبارتوں کا حجم یا ضخامت ستر یا اسی صفحات پر مشتمل ہوگا۔

باب دوم فصل اول کو "شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا سیاسی فلسفہ" کا نام دیا گیا ہے مگر اس میں "معاصر دور کی خرابیوں کا سدباب" کے زیر عنوان معاشرتی وانتظامی خرابیوں کے بجائے عقائدی خرابیوں کو بنیاد بنایا گیا ہے اور درج ذیل عنوانات، علماء کی اصلاح، صوفیاء کی اصلاح، وجودی، باطنی حشویہ، غیر معروف ریاضتیں، علم مصطفیٰ، اختیار وتصرف، حاضر وناظر، حیات انبیاء، سماع موتی، توسل واستعانت، سفر زیارت روضۂ مبارک، شفاعت، محفل میلاد، ایصال ثواب، مزارات پر گنبد اور عمارت بنانا نفی سایۂ رسول، معراج جسمانی جیسے معتقداتی عنوانات کا سیاسی فلسفے سے کیا تعلق بنتا ہے۔

تحقیق کار ص ۷۶ پر عقیدۂ رسالت کو ہندوستان کی تقسیم اور دوقومی نظریہ کی بنیاد قرار دیتے ہوئے جہاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو دوقومی نظریہ کا بانی ٹھہراتے ہیں وہاں اس کی تان مولانا احمد رضا خان بریلوی پر ختم کرتے ہیں، اسی مذکورہ عنوان کے تحت حضرت شیخ کی جن گیارہ کتابوں کا شیخ کے سیاسی فلسفے کے حوالے سے تعارف کرایا گیا ہے ان میں سوائے رسالہ نوریہ سلطانیہ، رسالہ احادیث اربعین، اور تاریخ سلاطین ہند کے باقی کسی دوسری کتاب کا تعلق سیاسی فلسفے سے نہیں ہے بلکہ باقی آٹھ کتب حدیث، سیرت فقہ، تصوف اور عقائد پر مشتمل ہیں، اسی طرح المکاتیب والرسائل میں اگرچہ ستر سے زیادہ مکتوبات ہیں مگر امراء سے متعلق بہت ہی کم ہیں، تحقیق کار نے تو اوراد ووظائف اور نماز، روزوں کی تعداد پر مشتمل کتاب ماثبت بالسنۃ کو بھی شیخ کے سیاسی فلسفے کی کتاب بنا دیا ہے البتہ باب دوم کے دیگر فصول میں شیخ کے نظریہ ریاست وحکومت، دینی وسیاسی اصطلاحات، نظریہ علم، نظریہ جہاد کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے جبکہ نظریہ امت میں اولیاء، اقطاب، اوتاد، نجباء اور ابدالوں کی تقسیم اور خصائص امت بعد از وفات کی توضیح کا حق ادا نہیں کیا گیا، بہر حال کتاب خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ عمدہ کاغذ پر چھاپی گئی ہے اہل علم اس سے استفادہ کریں، یہ پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے، بہر حوالہ درست ہے البتہ قیمت کچھ زیادہ ہے۔

زیر نظر مجلہ شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی کی ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر کی فعال ٹیم کا نیٹ ورک ہے جو کہ مختلف النوع ۱۸ اردو اور ۱۳ انگریزی مقالات ومضامین کا علمی وتحقیقی مجموعہ ہے، پہلا مقالہ "محمد تغلق شاہ اور بنو عباس" کے عنوان سے پروفیسر علی محسن صدیقی کا تحریر کردہ ہے جس میں موصوف نے خلافت کے حصول میں بنو عباس کے طریقۂ واردات کو مفصل اور محققانہ انداز میں تحریر کیا ہے، مقالہ کے مندرجات سے واضح ہوتا ہے کہ خود تراشیدہ روایات سے جس طرح منصب خلافت کو بصورت ملوکیت امت مسلمہ کیلئے ایمانیات کا درجہ دے دیا گیا تھا اگر ہلاکو اس مفلوج ومفلوک خلافت کا خاتمہ نہ کرتا تو شاید قیامت تک ہر آزاد خود مختار ریاست کو اس سے حکمرانی کی سند توثیق ضرور لینی ہوتی... اسی حوالے سے محمد بن تغلق شاہ کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس فرمانروا نے اپنے اقتدار کے تحفظ وتوثیق کیلئے کس طرح کے اوچھے اور پست حربے آزمائے تھے، محمد شاہ نے جہاں جید ارباب علم وتقویٰ اور اصحاب عقل ودانش کو رسوا کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی وہاں بے دست وپا، مفلوج مصری بنو عباس خلیفہ سے اپنی حکمرانی کیلئے سند توثیق کے حصول کیلئے اس کے پست ذہنیت رویے تاریخ کا حصہ ہیں، پھر غیاث الدین محمد عباسی جیسے نان جویں کے محتاج بہروپے کی حد درجہ کی عزت افزائی کا پس منظر بھی محمد بن تغلق کے رویوں کی عکاسی کرتا ہے، ۳۲ صفحات پر معلوماتی مقالہ محیط ہے۔

نام کتاب	مجلہ اسلامی تاریخ وثقافت
مدیر	ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر
صفحات	حصہ اردو (۱۹۷)
	حصہ انگلش (۵۳)
سن اشاعت	نمبر ۱، ۲۰۰۷ء
قیمت	۲۰۰ روپے
ناشر	قرطاس بک پوسٹ
	نمبر ۸۴۵۳ کراچی یونیورسٹی

دوسرا مقالہ "شاہان مغلیہ کے کتب خانہ کی لندن منتقلی" ڈاکٹر معین الدین عقیل کا تحریر کردہ ہے، مقالے کا عنوان پڑھتے ہی مجھ پر ایک عجیب سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی، کیونکہ شاہان مغلیہ کے کتب خانہ کی تباہی اور پس انداز کی لندن منتقلی اور پھر لندن میں دہلی کلیکشن کا ڈیڑھ صدی سے جوں کا توں پڑے رہنا واقعی ایک المیہ ہے مگر مجھ پر سکتہ یوں طاری ہوا کہ میری جنم بھومی ریاست بہاولپور کا شاہی کتب خانہ جو مغل شہنشاہوں کے (۱۵۲۶ تا ۱۸۵۷ء) جمع کردہ کتب خانہ سے بہت ہی وسیع تھا، اس کا نام ونشان تک مٹ گیا ہے، اگرچہ دہلی کلیکشن جیسے ذخیرۂ کتب کی تا حال فہرست، درجہ بندی، یا کیٹلاگ سازی نہیں ہوئی مگر یہ کلیکشن محفوظ تو ہے جبکہ بہاولپور کے شاہی کتب خانے میں کچھ بھی سلامت نہیں ہے، بہر حال تحقیق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رجحان رکھنے والوں کیلئے یہ مقالہ کافی حد تک ضرور رہنمائی کرتا ہے، نیز اس کلیکشن کی جو فہرست سید علی بلگرامی نے مرتب کی تھی وہ بھی اختصار کے ساتھ اس مقالے کی زینت ہے، یہ مقالہ تقریباً ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

تیسرا مقالہ بعنوان "اسلامی ادب میں وفیات نویسی کی روایت" ڈاکٹر عارف نوشاہی کا ہے، وفیات نویسی دراصل تاریخ نویسی کا ہی ایک قدیم ترین شعبہ ہے اور اسے برعکس بھی کہا جا سکتا ہے، اگر اساطیری یعنی دنیا کے قدیم ترین ادب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وفیات پر نہ صرف تہوار مخصوص ہوئے ہیں بلکہ ماہ و سنین کے نام بھی تجویز ہوئے ہیں، اس مقالہ میں اسی عنوان کا احاطہ کیا گیا ہے اور اسلامی تاریخ میں اس موضوع پر دستیاب ابوالقاسم عبداللہ بن محمد البغوی کی کتاب "وفیات الشیوخ" کو پہلی کتاب کا درجہ دیا گیا ہے مگر ابن قتیبہ کی معارف کہ جس میں بیشتر کی تاریخ ہائے وفات درج ہے سے صرف نظر فہم سے بالاتر ہے، محقق نے درجنوں ایسی کتب کا مختصر تعارف کرایا ہے جو مذکورہ عنوان کو محیط ہیں بلکہ جن حضرات نے ان کتب میں اضافے کیے ہیں یا ان کی ذیول وحواشی لکھے ہیں ان کو بھی حیطہ تحریر میں لا کر عصر حاضر کے قارئین کو کافی مواد فراہم کر دیا ہے، پھر وفیات پر عربی، فارسی اور اردو میں تحریر شدہ کتابوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ پاکستان میں جن حضرات نے کام کیا ہے یا ایسے رسائل و جرائد کہ جن میں وفیات پر ایک کالم مخصوص ہوتا تھا یا جن رسائل و جرائد سے وفیات پر اشاریے مرتب ہو چکے ہیں، اس مقالے میں ان سب پر سیر حاصل مواد مہیا کیا گیا ہے، یہ مقالہ ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

چوتھا مقالہ "اقبال اور مفتی عالم جان بارودی" کے زیر عنوان ڈاکٹر تنظیم الفردوس کا ہے، اقبال اور مفتی عالم جان کا باہمی تعلق صرف اتنا ہے کہ اقبال، مفتی عالم جان کی تعلیمی انقلابی تحریک کا پس منظر جاننا چاہتے تھے اور ان کی یہ خواہش سید سلیمان ندوی نے معارف میں علمائے روس پر مضمون لکھ کر پوری کر دی تھی جس پر اقبال نے سید ندوی کو لکھا کہ "آج کے معارف میں میری آرزو سے بڑھ کر مضمون لکھا گیا جزاک اللہ" اگر اس مقالے کا عنوان "اقبال کی اسلامی تحریکوں میں دلچسپی" ہوتا اور اس میں مفتی عالم جان کی انقلابی تعلیمی تحریک کا ذکر ہوتا تو مناسب تھا، پھر ص ۷۳ پر اقبال سے محمد بن عبدالوہاب کو جدید اسلام میں زندگی کی پہلی تڑپ سے تعبیر کروانا؟ تو کیا اقبال جیسا دیدہ ور برٹش انٹیلی جنس کے جمفرے کے اعترافات سے واقف نہ تھا؟ نیز کیا محمد بن عبدالوہاب نے کسی تعلیمی تحریک کا آغاز کیا تھا؟ پھر مقالہ نگار نے اقبال سے سرسید اور مفتی عالم جان کو جدید تعلیم کے حوالے سے مشترکہ خراج تحسین پیش کروا دیا ہے، حالانکہ سرسید اور مفتی جان بارودی کی تعلیمی تحریکوں میں بعد المشرقین ہے۔

پانچواں مقالہ علامہ محمد ہاشم ٹھٹوی کے حوالے سے شمس الدین جوکھیو نے تحریر کیا ہے جس میں اختصار کے ساتھ ٹھٹھہ کی قدامت، سیاسی ومعاشی، علمی، معاشرتی و مذہبی حالات کا تجزیہ پیش کرنے کے بعد مخدوم صاحب کے اساتذہ، مشغلہ تدریس، تلامذہ، علمی خدمات اور ہم عصر فضلاء کا تعارف کرایا گیا ہے، چھٹا مقالہ یاسمین سلطانہ کا بعنوان "ادب پر معاشرے کے اثرات" ہے اس میں محققہ نے ادب اور معاشرے کی تعریف نیز معاشرہ کیسے وجود میں آتا ہے پر مدلل گفتگو کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ادب خود ایک معاشرتی عمل ہے جبکہ ادیب زندگی کے حقائق کا ادراک بھی رکھتا ہے اور زندگی کا عکاس بھی ہوتا ہے، نیز معاشرے کی تشکیل میں کارفرما تمام عناصر کو ایک مسلک میں منسلک بھی کرتا ہے اس حوالے سے ہندوستان کے متعدد ادیبوں، شاعروں، افسانہ وناول نگاروں کی مثالیں بھی دی گئی ہیں، ساتواں مقالہ بوستان یورپ کے نام سے ڈاکٹر جمیل واسطی کی یادداشتوں پر مشتمل ہے، ڈاکٹر واسطی کو روزمرہ پیش آمدہ واقعات وحالات پر مشتمل یہ وہ یادداشتیں ہیں جو انہوں نے اپنے قیام فرانس ولندن (مئی، جون ۱۹۳۸) میں تحریر کی تھیں، مضمون خاصا دلچسپ وکارآمد معلومات کا خزانہ ہے، اس میں ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر نے جو حواشی اور ذیول تحریر کیے ہیں اس سے مقالے کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

آٹھواں مقالہ معتبر اور غیر معتبر روایات کے عنوان سے مولانا عبدالقدوس ہاشمی کا شاہکار ہے، معتبر اور غیر معتبر روایات میں تفریق کا عمل اسی دور سے شروع ہو گیا تھا جس دور میں جمع روایات کا کام شروع ہوا تھا خود امام بخاری نے کم وبیش چھ لاکھ روایات جمع کی تھیں جن میں سے صرف سات ہزار کے قریب روایات کو اپنے طے کردہ معیار صحت کے مطابق صحیح قرار دیا، باقی ۵ لاکھ ۹۳ ہزار روایات کو تلف کر دیا گیا، بایں ہمہ امام مسلم نے امام بخاری کے تقریباً ڈھائی سو راویوں کو نہیں لیا، اسی طرح بخاری نے بھی امام مسلم کے راویوں کی ایک کثیر تعداد کو نہیں لیا، غرض کہ اس عنوان پر عہد بہ عہد کام ہوتا رہا ہے، امام ابو حنیفہ نے اہل الرائے کی پھبتی برداشت کی مگر روایات کے حصول وقبول میں بھی احتیاط سے کام لیا، اگرچہ مشہور کتب احادیث میں اب بھی کچھ غیر معتبر روایات موجود ہیں جن کی محققین مثلاً ابن الجوازی، علامہ شوکانی، شیخ البانی، اسمٰعیل عجلوانی، ملا علی قاری اور سیوطی نے نشاندہی کی ہے، مولانا ہاشمی نے تو ایسی صرف ۲۵ روایات کی نشاندہی کی ہے جبکہ محققین نے تو کئی کئی مجلدات اس موضوع پر تالیف کی ہیں، بہر حال اہل علم اس وقیع مقالے کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی مجلہ کے انگریزی حصہ میں بھی تین آرٹیکل موجود ہیں پہلا آرٹیکل بعنوان "سید راس مسعود ،ایک مفتی اور نظریاتی مفکر" ڈاکٹر منیر واسطی کا تحریر کیا ہوا ہے جس میں راس مسعود کی نظریاتی فکر کو اجاگر کیا گیا ہے ،دوسرا مضمون ڈاکٹر غلام رسول میمن کا تحریر کردہ ہے جس کا عنوان ہے "یونیورسٹی کے طلبا ٔ میں خوف وہراس" ڈاکٹر صاحب چونکہ خود استاد ہیں اور شعبہ تعلیم کے سربراہ ہیں اور وہ طلبا ٔ کی کیفیت کو بخوبی جانتے ہیں اس لئے ان کا کہا واقعی وزن رکھتا ہے تیسرا مضمون "نامک کمال ،اپنے عہد کا شاعر" ڈاکٹر انیس تنویر واسطی کا تحریر کیا ہوا جو اپنے موضوع کا مکمل احاطہ کرتا ہے ،یہ مجلہ اعلیٰ کاغذ پر خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ چھاپا گیا ہے اہل علم اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

نام کتاب	تفہیم المسائل جلد چہارم
مصنف	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن
صفحات	۴۸۰
تاریخ اشاعت	دسمبر ۲۰۰۷ء
قیمت	۳۰۰ روپے
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی

زیر نظر مجموعہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور تنظیم المدارس کے سربراہ مفتی اعظم پاکستان پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے فتووں پر مشتمل ہے ،اس سے مجموعی طور پر ۲۷ مختلف عنوانات پر ۹۷ مختصر ومفصل فتوے ہیں ،جن میں کئی فتوے تو بہت ہی اہم ہیں جو عہد حاضر کے تقاضوں کی نمائندگی کرتے ہیں جیسے کتاب العقائد میں "غیر مسلموں سے معاملات وموالات کو زیر بحث لا کر اسلاف کے مختلف اقوال کو اپنی تائید میں نقل کرکے حق کو کیا ہے کہ رخصت کہاں تک ہے اور ممانعت کہاں ہے ،یہ تحقیق خاص طور پر مسلم وزراء اور یورپ میں مقیم مسلمانوں کو ضرور پڑھ لینی چاہیے ،جن کو غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں بامر مجبوری یا جذبہ خیر سگالی کے تحت لازماً شریک ہونا پڑتا ہے اسی طرح کتاب المساجد میں ایک فتویٰ جو کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے حوالے سے ہے بہت ہی اہم ہے، جس کی بیشتر جزئیات پر اقوال سلف سے استنباط کرکے بعض صورتوں میں اس کے جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

کتاب الزکوٰۃ میں دو فتوے عہد حاضر کے حوالے سے نہایت اہم ہیں کہ "کیا ہسپتال کو دی

گئی زکوٰۃ کی رقم سے آلات طب خریدنا ،یا زکوٰۃ کی رقم سے کوئی مشین خرید کر ہسپتال کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟اس کا انتہائی جامع جواب دیا گیا ہے ،ہسپتال کے منتظمین کو اس فتوے کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ کوئی ابہام نہ رہے ،مگر کیا این جی اوز بھی اس فتوے پر قیاس کرکے ایمبولینس یا میت گاڑیاں ،یا رسل ورسائل اور منتظمین وملازمین کے آنے جانے کیلئے گاڑیاں خرید سکتے ہیں ؟یا زکوٰۃ کو طریق مذکور پر پٹرول ،کرایا اور ملازمین کی تنخواہ میں صرف کر سکتے ہیں ؟ملازمین سے مراد عاملین نہیں ،اگر قبلہ مفتی صاحب کسی اور موقع پر اس کی توضیح فرمادیں تو مناسب ہوگا ،اس لئے کہ بعض این جی اوز نے زکوٰۃ فنڈ سے ذاتی سفر کیلئے بڑی بڑی گاڑیاں خریدی ہوئی ہیں اور پھر محافظ اسلحہ برداروں کو تنخواہ بھی اسی فنڈ سے مہیا کی جاتی ہے۔

کتاب النکاح میں تحلیل شرعی کے حوالے سے جاری کیا گیا فتویٰ مفصل اور جامع ہے ،مگر ایک بات کہ عرف عام میں حلالہ کے لیے جو نکاح کرایا جاتا ہے تو ناکح اور منکوحہ اور ان کے سرپرستوں کے ذہن میں یہ طے شدہ امر ہوتا ہے کہ لازماً طلاق ہوگی ،مفتی صاحب نے ایسے نکاح کی نفی کی ہے اور یہی بات کتاب الطلاق میں بہت ہی عمدہ طریقے سے بیان کی گئی ہے کہ بقرہ آیت ۲۳۰ میں زوجا غیرہ میں "ہ" ضمیر مذکر زوج اول کیلئے نہیں بلکہ دوسرے شخص کیلئے ہے ،آپ حلالے کے متعلق نہ سوچیں ،نیز صحت نکاح کیلئے احناف کے نزدیک گواہوں کا ہونا شرط ہے جبکہ امام مالک کے نزدیک گواہوں کی موجودگی نہیں بلکہ اعلان شرط ہے اور اگر ناکح نے گواہوں کو گواہی ظاہر نہ کرنے کو کہا تو نکاح نہیں ہوگا ،میرے خیال میں اگر ناکح گواہوں کو گواہی کے اظہار سے منع کردے تو پھر (Love Marriage) اور (Court Marriage) جیسے نکاح بھی کالعدم متصور ہونگے کیونکہ مشاہدہ یہ ہے کہ ایسے نکاحوں کو ایک عرصہ تک خفیہ رکھا جاتا ہے اور گواہوں سے بھی اسے خفیہ رکھنے کی درخواست کی جاتی ہے جبکہ چوری چھپے تسکین بھی حاصل کی جاتی ہے ،اس جواب میں اگر نکاح فاسد وباطل میں فرق اور نکاح موقوف جیسی اصطلاح کی وضاحت کردی جاتی تو عام قارئین کیلئے سمجھنا آسان ہوجاتا۔

کتاب الطلاق میں ،طلاق ثلاثہ کے بعد شوہر اول سے نکاح کا حکم ،خلع اور حق حضانت ،مشروط طلاق ،زوج مفقود الخبر ،خلع تحریری طلاق نامہ لڑکی کو نہ ملے تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے ،انکار طلاق کی شکل میں شرعاً کیا حکم ہے ؟فیملی کورٹس کے فاضل جج صاحبان کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش وغیرہ اہم ترین فتوے ہیں ،عوام الناس کم علمی اور ناقص فہمی کے باعث مذکورہ مسائل میں الجھے رہتے ہیں کہ لڑکے نے طلاق نامہ بھیجا تھا مگر لڑکی نے وصول نہیں کیا یا اسے نہیں ملا ،عورت دعویٰ کرتی ہے کہ میرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے مگر مرد انکار کر دیتا ہے، اسی طرح شوہر بیرون ملک گیا تھا مگر پانچ چھ سال سے رابطہ منقطع ہے وغیرہ وغیرہ ایسے تمام سوالات کے شافی جوابات موجود ہیں، یہاں میں نے مفتی صاحب کے فتاویٰ تفہیم المسائل کی پہلی تین جلدوں کو پھر سے دیکھا ہے کاش کہ اگر چاروں مجلات میں سے کتاب النکاح اور کتاب الطلاق کے جملہ فتووں کو الگ کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو عوام کی بھلائی کیلئے مستحسن اقدام ہوگا۔ اسی طرح کتاب الفرائض میں میراث اور اس کی تقسیم کے حوالے سے ۴۰ مختلف مجمل اور مفصل فتوے ہیں اور ہر فتوے کی نوعیت مختلف ہے، بہر حال کتاب مجموعی طور پر ۱۲ فصول پر مشتمل ہے، تمام فتوے عام فہم اور آسان زبان میں ہیں جبکہ انداز تحقیق جدید اور منفرد ہے، مناسب کاغذ پر، مضبوط جلد اور چار رنگ خوبصورت ٹائٹل سے مزین چھاپی گئی ہے، اہل علم اس سے ضرور استفادہ فرمائیں اور اپنی لائبریری کی زینت بنائیں، قیمت بھی مناسب ہے۔

پیس ٹی وی کی بحالی کی اپیل

بقیہ رنگ خیال

پیس ٹی وی، عالم اسلام کا نمائندہ ٹی وی ہے۔ جسے تقابل ادیان کے عالمی شہرت یافتہ اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک چلاتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی بنیاد پر غیر جذباتی انداز میں پروگرام پیش کرنا، اس چینل کا طرۂ امتیاز ہے۔ بین المسالک و بین المذاہب رواداری اس کا شعار ہے، انٹرفیتھ ڈائیلاگ، جسے مغربی میڈیا وقت کی ضرورت قرار دیتے نہیں تھکتا، یہ اسی ڈائیلاگ کی بہت عمدہ مثال ہے۔ پاکستان میں اس چینل کا اچانک بند ہو جانا، معاشرے کے سنجیدہ حلقوں میں تشویش اور اضطراب کا باعث بنا ہے۔ پاکستان میں جہاں مختلف نوعیتوں کے چینلز چل رہے ہیں۔ ان میں سب چینلز کا چلتے رہنا اور صرف اسی چینل کا بند ہو جانا نہ صرف قابل افسوس امر ہے بلکہ لائق ندامت بھی ہے۔ قانونی اور اخلاقی ضابطوں کی پابندی بجا، مگر کیا ایک عمدہ، معیاری اور لائق تقلید اسلامی چینل کو بند کرنے کے لئے یہ وجہ جواز کافی ہے؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس مسئلہ کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نیکی اور خدا کے قانون کی پاسداری میں ایک دوسرے کی مدد کرو، بدی اور سرکشی (قانون شکنی) میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ کیا ہمارے ساختہ قوانین اتنے معیاری ہو گئے ہیں کہ اس کی روشنی میں، ہم صحیح اور غلط کی تمیز، بایں طور کریں کہ اسکی زد میں خود حق و صواب بھی آجائے تو ہم کوئی خیال نہ کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں انسانی قانون خود کسی رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے۔ اور شاید یہ وہی معاملہ ہے۔ اس لئے حکومت پاکستان سے ہماری اپیل ہے کہ پیس ٹی وی کی نشریات معمول کے مطابق بحال کی جائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ

سر پرست اعلیٰ　امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی　ادارۂ مسعودیہ، کراچی　ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

برادرم محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ ہوا عنایت نامہ موصول ہوا تھا، یاد آوری کا ممنون ہوں سہ ماہی التفسیر بھی موصول ہوا مگر شاید کوئی لے گیا پھر نہ مل سکا۔ تحقیقی رسائل کا فقدان ہے اگر یہ تحقیقی پرچہ ہے تو اچھی کوشش ہے۔ مغربی تہذیب و تنقید میں ادب کا کوئی عنصر نہیں۔ مشرقی تہذیب و تنقید میں ادب کا عنصر ہے بے باک تنقید سے مسائل پیدا ہوتے ہیں، تنقید کا مقصد اصلاح ہے نہ کہ فساد۔ مخلصانہ اختلاف اور ہمدردانہ اصلاح سے کوئی معقول انسان ناراض نہیں ہوسکتا۔

آپ کی پچھلی فکری زندگی موجودہ زندگی سے کچھ مختلف معلوم ہوتی ہے۔ کیا وہ اچھی نہ تھی اس میں عشق بھی تھا اخلاص بھی تھا اور ادب بھی تھا۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ مولا تعالیٰ آپ کی فکر و دانش کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے (آمین)

فقط والسلام

احقر محمد مسعود احمد

نوٹ:　افسوس کہ اس مکتوب گرامی کے ایک ہفتے بعد ڈاکٹر صاحب کا وصال ہو گیا۔ اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔ (آمین)

© rasailojaraid.com